سید محمد فاروقی ایم۔اے
متخصص عربی ادب، جامعہ اسلامیہ بہاولپور

# ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ

جاحظ اپنے زمانے میں ادب، شعر جاہلی، شعر اسلامی، شعر محدثین، اخبار عرب، خطب، فصیح اقوال، علوم دینیہ، قرآن و حدیث اور مذاہب کلامیہ کا بہت بڑا عالم تھا۔ یونانی علوم کے دقائق اور طبعیات اور الٰہیات کا فاضل تھا۔ نفسیات اور اخلاقیات میں اسے پورا عبور حاصل تھا۔ —— احمد امین

ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب بن فزارہ الکنانی اللیثی نام اور جاحظ لقب ہے۔ لیثی کی نسبت لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ کی طرف ہے۔[۱]

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جاحظ عربی النسل نہیں تھے۔ ان کے کنانی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دادا فزارہ جو اسود کے نام سے مشہور تھا، ابی القلمس عمرو بن قلع الکنانی کا غلام اور اس کا شتربان تھا۔[۲] اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ کہی جاتی ہے کہ جاحظ کا دادا سیاہ رنگ کا تھا اور وہ ابن قلع کا شتربان تھا۔ اس کی بنیاد جاحظ کے بھانجے یموت بن المزرع سے منسوب ایک کمزور سی روایت ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ جاحظ کی اصل وہ افریقی لوگ ہیں جو اسلام کے بعد عربوں سے گھل مل گئے تھے۔ چنانچہ بروکلمان، گب، احمد امین اور جمیل جبر مصنف الجاحظ فی حیاتہ وفکرہ وادبہ اسی طرف گئے ہیں۔[۳] جمیل جبر لکھتے ہیں: "جاحظ بنی کنانہ کے غلاموں میں سے تھا۔ وہ یتیم تھا۔ علم کی طرف اس کا بہت میلان تھا۔ بصرہ میں علم کے لیے کبھی تو وہ مسجدوں میں جاتا اور کبھی مدارس میں پھرتا رہتا۔" دوسری جگہ لکھتے ہیں: "وہ کام بھی کرتا تھا اور پڑھتا بھی تھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ نہر سیحان کے کنارے مچھلی اور روٹی بیچا کرتا تھا۔"[۴] اس سے انھوں نے اس کے غیر عربی ہونے پر استدلال کیا ہے۔

---

[۱] وفیات الاعیان ابن خلکان: ۱: ۳۸۸
[۲] تاریخ ابن عساکر بحوالہ الجاحظ فی ادبہ
[۳] ضحی الاسلام: ۱: ۳۸۶ و الجاحظ فی حیاتہ وادبہ: ۱۷، Arabic Literature: 75
[۴] الجاحظ فی حیاتہ وفکرہ: ۱۸

ہماری رائے یہ ہے کہ جاحظ خالص عربی النسل اور بنی کنانہ میں سے ہے۔ اس کے لیے ہمارے پاس پہلی دلیل تو یہ ہے کہ تمام قدیم کتابوں میں جاحظ کو کنانی لیثی کہا گیا ہے۔ رہا اس کے دادا کا سیاہ رنگ ہونا تو رنگ کا سیاہ ہونا غیر عربی ہونے کی دلیل نہیں۔ عرب بھی سیاہ ہو سکتے ہیں۔ دوسرے یہ روایت کسی باوثوق ذریعے سے ہمارے پاس نہیں پہنچی۔ اگر فزارہ کے متعلق مولی ابن قلع ہونا ثابت بھی ہو جائے تو یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ غلام ہی تھا۔ اس لیے کہ مولی، حلیف، نصیر، قرین، صاحب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کئی عربی قبائل کے درمیان موالاۃ کا سلسلہ قائم تھا۔ ہمارے اس خیال کی تائید کہ جاحظ کا تعلق عربی گھرانے سے ہے کئی لوگوں نے کی ہے۔ حسن السندوبی کا کہنا ہے "جاحظ عرب کے اونچے گھرانوں میں پیدا ہوا جو شرف و مجد کے لحاظ سے بھی اہمیت کا مالک تھا۔[53] اس کے علاوہ سید امیر علی مصنف The Spirit of Islam لکھتے ہیں: "جاحظ خالص عرب تھا اور وہ بنی کنانہ کا ایک فرد تھا۔"[54] یہ بات کہ وہ نہر سیحان کے کنارے مچھلی بیچا کرتا تھا، اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ کسب معاش کے لیے اس کا محنت مزدوری کرنا ثابت ہوگا۔

جاحظ کے متعلق یہ نظریہ کہ وہ اصلاً عرب نہیں شعوبیہ کا پھیلایا ہوا ہے تاکہ وہ اسے عربوں سے نکال کر عجمیوں میں شامل کریں، اور اس کی وجہ سے اپنا تفوق جتلائیں۔ عبدالمنعم خفاجی نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے[55] اس کے علاوہ جاحظ کے کئی مخالفین نے اس کی ہجو کی ہے۔ اگر وہ غیر عربی ہوتا تو یہ لوگ اس کو کبھی معاف نہ کرتے۔ پھر جاحظ شعوبیہ کا سخت مخالف تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی تھا۔

جاحظ کی آنکھوں کے ڈھیلے بڑے بڑے، اور باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس لیے اسے جاحظ کہتے تھے، اور اسی بنا پر اسے حدقی بھی کہا جاتا تھا۔ الجحوظ خروج المقلۃ ونتوءھا یقال رجل جاحظ العینین یعنی جب اس کے ڈھیلے باہر نکلے پڑتے ہوں[56]۔ چونکہ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اس لیے یہ نام پڑ گیا۔ جاحظ خود اس لقب کو پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ اپنا نام عمرو پسند کرتا تھا۔ بلکہ اگر کوئی شخص اسے جاحظ کے لقب سے پکارتا تو وہ کوفت محسوس کرتا تھا۔ لیکن اس لقب کو ایسی شہرت ہوئی کہ بڑے بڑے ادیب تمنا کرتے تھے کہ لوگ انھیں

---

۵۳ الجاحظ فی حیاتہ وفکرہ: ۱۷ ۵۴ The Spirit of Islam by Syed Amir Ali 495

۵۵ ابو عثمان الجاحظ: ۵۲ ۵۶ لسان العرب: ۸: ۳۷۴ والمنجد۔

اس نام سے پکاریں۔

جاحظ بصرہ میں ۱۵۰ھ کے اوائل میں پیدا ہوا۔[۵۹] جاحظ کا بیان ہے کہ "میں ابو نواس سے ایک سال بڑا ہوں۔ میں ۱۵۰ھ کے اوائل میں اور ابو نواس آخر میں پیدا ہوا" جب جاحظ کی اپنی بات معلوم ہوگئی تو ہمیں دوسری طرف جانے کی ضرورت نہیں۔ احمد امین اور کچھ دوسرے لوگوں نے جاحظ کی پیدائش مہدی کے زمانے میں ۱۵۹ھ قرار دی ہے۔[۶۰] لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ۱۵۰ھ میں منصور کے زمانے میں پیدا ہوا۔ پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد اس کا والد فوت ہوگیا۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ سن تمیز پر ایک مکتب میں داخل کیا گیا۔ جاحظ کو بچپن ہی سے علم سے بے حد محبت تھی چنانچہ اس نے کسی نگران یا سرپرست کے بغیر اپنے آپ کو علم کے لیے وقف کر دیا۔ صغر سنی میں وہ علم کی تلاش میں پھرتا رہتا تھا۔ بصرہ کی جامع مسجد میں جہاں اکثر علما کے حلقے لگے رہتے تھے، جایا کرتا تھا۔ جاحظ بیان کرتا ہے "ایک دفعہ میں مسجد میں بچوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس وقت میں بہت کم سن تھا۔[۶۱] مربد میں فصیح و بلیغ باتیں سنتا اور وہاں خالص بدوی زبان اور لغت سیکھتا۔ ان کے علاوہ وہ جنگلوں کے حالات، مذہبیات اور نساک کی باتیں بڑی دلچسپی سے سنتا تھا۔ اس وقت بصرہ کے مشاہیر میں سے ابن ابی ذئب ۱۵۹ھ و یزید بن ابراہیم البصری ۱۶۳ھ اور شعبہ ۱۶۰ھ المحدث شیخ البصرہ موجود تھے۔

جاحظ کو علم سے بے حد محبت تھی۔ اس لیے وہ اپنا اکثر وقت حصولِ علم میں گزارتا تھا۔ ادھر گھر کے اخراجات کے لیے کوئی مستقل آمدنی نہ تھی۔ والد فوت ہو چکا تھا۔ گھر کی کفالت خود کرنی پڑتی تھی۔ جاحظ کی والدہ چاہتی تھی کہ وہ اپنا وقت حصولِ علم میں صرف کرنے کے بجائے کسبِ معاش میں صرف کرے تاکہ گھر کے اخراجات پورے ہو سکیں۔ ایک دفعہ جاحظ نے والدہ سے کھانا مانگا۔ اس نے طشتری میں کاغذوں کا دستہ رکھ کر سامنے کر دیا۔ جاحظ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ اس کی ماں نے جواب دیا۔ یہ وہی چیز ہے جو تم لائے ہو۔ غمگین ہو کر وہاں سے اٹھا اور جامع مسجد آیا۔ وہاں ابن عمران مل گئے۔ انھوں نے غمزدہ دیکھ کر حال پوچھا۔ جاحظ نے سارا واقعہ سنایا۔ وہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔

---

۵۹ بروکلمان ۱: ۲۴۵ ۶۰ ضحی الاسلام ۱: ۳۸۷

۶۱ کتاب الحیوان بحوالہ ابو عثمان الجاحظ: ۵۷

کھانا کھلایا اور پچاس دینار بھی دیے۔ چنانچہ جاحظ فوراً بازار گیا اور آٹا وغیرہ خرید کر اٹھوا لایا۔ اس کی ماں نے پوچھا، یہ کہاں سے لائے ہو، کہنے لگا کاغذوں کے اس دستے کے بدلے جو تم نے میرے سامنے رکھا۔[۱۲]

اس کے بعد بہت جلدی اپنی قابلیت کی وجہ سے جاحظ نے ابن زیات کے ساتھ اپنے تعلقات پیدا کر لیے۔ اس نے جاحظ کو چار سو جریب زمین عطا کی۔ ابن الزیات خلافت عباسیہ کا وزیر تھا۔ کتابوں سے جاحظ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اس نے کتب فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لے رکھی تھیں۔ عموماً رات وہاں بسر کرتا اور کتابیں دیکھتا تھا۔[۱۳] جاحظ نے اپنے زمانے کے مشہور ائمہ علم و فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔

## جاحظ کے اساتذہ

جاحظ کی علمی شخصیت کی تشکیل میں اس کے اساتذہ کا بڑا دخل ہے۔ وہ علمی لحاظ سے انتہائی ترقی اور عروج کا زمانہ تھا۔ اس کے اساتذہ میں سے یہ اصحاب خاص طور سے قابل ذکر ہیں؛

ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم۔ لغت کے بہت بڑے عالم اور شیخ گزرے ہیں۔ ان کے مشہور شاگردوں میں سیبویہ ۱۸۰ھ، ابو فید السدوسی، نضر بن شمیل، قطرب، جاحظ، ابو عبیدہ ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عربی علم عروض کے قواعد بنائے اور بحروں کے اوزان وغیرہ مقرر کیے۔ علم نحو کے قواعد کے اصل واضع بھی یہی ہیں۔ سیبویہ نے انہی سے سب کچھ حاصل کیا۔ یہ فضیلت بھی خلیل کو حاصل ہے کہ انھوں نے عربی میں کتاب العین کے نام سے لغت کی پہلی کتاب لکھی۔ جاحظ نے خلیل سے کافی پڑھا۔ اس کے باوجود جاحظ نے خلیل پر تنقید بھی کی ہے۔[۱۴] اسی طرح نظام نے بھی خلیل پر تنقید کی ہے۔ خلیل پر ان دونوں معتزلی حضرات کی تنقید سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید خلیل نے اپنی کتاب میں جو اس نے علم کلام میں لکھی ہے معتزلہ کا رد کیا ہے۔ اس لیے یہ دونوں حضرات خلیل پر برہم ہیں۔ جاحظ نے کہیں تو علم عروض کی تعریف کی ہے مثلاً کہتا ہے: "شعر کے لیے میزان ہے۔ اس کے ذریعے صحیح اور غلط کی پہچان ہوتی ہے۔ اس سے فصیح اور غیر فصیح کا علم ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے شعر ہر قسم کی غلطی سے پاک ہو جاتا

---

۱۲؎ الجاحظ فی حیاتہ و فکرہ و ادبہ ص ۱۸ ۱۳؎ Arabic Literature

۱۴؎ کتاب الحیوان بحوالہ ابو عثمان الجاحظ: ۱۰۳

ہے۔" پھر اس کی مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: "مردود علم ہے بلا وجہ مستفعلن اور مفعولن کی رٹ لگاتے رہنا ہے۔"[۱۵]

خلیل اور ابن المقفع ایک جگہ جمع ہوئے۔ ساری رات گفتگو ہوتی رہی۔ جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ابن مقفع سے خلیل کے متعلق پوچھا گیا۔ اس نے کہا اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ ہے۔ خلیل سے ابن المقفع کے متعلق پوچھا گیا اس نے کہا اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ ہے۔ خلیل کی ذہانت کا یہ عالم تھا ایک امیر نے اس کو ایک یونانی میں لکھی ہوئی کتاب بھیجی۔ اس نے ایک مہینہ تک مطالعہ کر کے ساری سمجھ لی۔ پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ میں نے سوچا ابتدا میں بسم اللہ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ ہوں گے۔ اس پر قیاس کر کے سمجھتا گیا۔[۱۶] حروف کی موجودہ شکل بھی خلیل کی وضع کردہ ہے۔ وہ ۱۷۵ھ میں فوت ہوا۔

## اصمعی

عبد الملک بن قریب بن علی بن اصمع نام ہے۔ لغت، ادب، شعر کا بہت بڑا عالم تھا۔ عربی لغت کی ایک تہائی اسے یاد تھی۔ اس کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں: "اصمعی سے زیادہ دلکش عبارت کوئی نہیں لکھتا۔" ابو نواس کا کہنا ہے: "اصمعی ایک ایسی بلبل ہے جو اپنے نغموں سے لوگوں کو خوش کر رہی ہے" یہ ابو عمرو بن العلاء ۱۵۴ھ اور علی خلف الاحمر ۱۸۲ھ کا شاگرد تھا۔ اصمعی کی کئی کتابیں ہیں ان میں سے فحولۃ الشعراء مشہور ہے۔ یہ جاحظ کا استاد ہے۔ جاحظ اپنی کتابوں میں اس سے اکثر روایتیں لیتا ہے۔ اخفش کا کہنا ہے۔ میں نے اصمعی اور خلف الاحمر سے بڑا آدمی نہیں دیکھا۔ پھر اخفش سے پوچھا گیا ان دونوں میں کون بڑا ہے۔ کہا اصمعی۔ پوچھا گیا کیوں؟ اس نے کہا، اس لیے کہ وہ نحو کا بھی بہت بڑا عالم ہے۔[۱۷] اصمعی خود کہتا ہے کہ ابو عمرو کے بعد اپنے آپ سے بڑا عالم میں کوئی نہیں پاتا۔ اس کو چودہ ہزار رجز یاد تھے۔ اصمعی خراسان میں ماہ صفر ۲۱۴ھ میں فوت ہوا۔

ابو عبیدہ معمر بن المثنی الشیبانی الکوفی یہ بھی جاحظ کا استاد ہے۔ اس کا شمار لغت کے ائمہ میں

---

۱۵ الجدید فی البحث الادبی: ۲۰۹

۱۶ ایضاً: ۱۰۹

۱۷ طبقات النحویین واللغویین: ۱۹۴

ہوتا ہے۔ جاحظ اس کا بہت احترام کرتا ہے۔ اپنی کتابوں میں اکثر اس سے روایتیں لیتا ہے۔ ابو نواس نے ابوعبیدہ کے متعلق کہا ہے۔ وہ اوّلین و آخرین کے اخبار کے عالم تھے۔ ان کے متعلق جاحظ کہتا ہے:
"میں نے علم الشعر اصمعی سے پڑھنا چاہا مگر وہ صرف غریب شعر کا علم رکھتا تھا۔ اخفش کے پاس آیا وہ صرف اعراب ہی کا ماہر تھا۔ ابوعبیدہ کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ صرف اخبار و ایام کا عالم ہے[۱۸]
ابوعبیدہ مذہباً خارجی تھے۔ جاحظ کہتا ہے: لم یکن فی الارض خارجی ولا اجماعی اعلم بجمیع العلوم منہ[۱۹]۔ ۲۱۰ھ میں ۹۳ سال کی عمر میں وہ فوت ہوا۔

ابوالحسن سعید بن مسعدۃ الاخفش اوسط البصری خوارزمی الاصل ہے۔ نحو اور کلام کا عالم ہے۔ جاحظ کا بیان ہے۔ میں نے ابی الحسن اخفش سے پوچھا آپ نحو کے بہت بڑے عالم ہیں۔ آپ اپنی کتابیں اس قدر مشکل کیوں لکھتے ہیں کہ اکثر سمجھ میں نہیں آتیں؟ اخفش نے جواب دیا۔ میری کتابیں دینی علوم سے متعلق تو ہوتی نہیں۔ اگر میں اُن کو آسان کر کے لکھوں تو لوگ میری طرف نہیں آئیں گے لیکن نظام اور دوسرے فلاں فلاں حضرات جو کہ مذہبی عنوانات پر لکھتے ہیں، نہ معلوم وہ اتنی مشکل زبان کیوں اختیار کرتے ہیں؟ حالانکہ دینی کتابیں آسان زبان میں ہونی چاہئیں۔ یہ بھی جاحظ کے اساتذہ میں سے ہے۔ ۲۱۵ھ میں فوت ہوا[۲۰]

## نظّام

ابواسحٰق ابراہیم بن سیار البصری۔ بصرہ میں فرقہ معتزلہ کا امام تھا۔ اُسے فلسفہ میں خصوصی مہارت تھی۔ جاحظ کا بیان ہے: "فقہ اور کلام کا نظام سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا" جاحظ نے اس کی قوتِ استدلال اور ملکۂ استنباط کی تعریف کی ہے۔ جاحظ نے علم کلام نظام سے پڑھا۔ نظام مامون الرشید کا استاد اور اس کا خاص ندیم تھا۔ جعفر برمکی نظام کی فلسفہ دانی کا قائل نہ تھا۔ نظام نے ارسطو کا رد لکھا اور اصل کتاب بھی سنائی۔ ساتھ ہی ردّ بھی کرتا گیا۔ تب جعفر نظام کے کمال کا معترف ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ نظام جیسے ذہین لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں[۲۱]

---

[۱۸] کتاب العمدۃ ابن رشیق: ۲: ۱۰۵ [۱۹] طبقات النحویین واللغویین ۱۹۲۔

[۲۰] البرامکہ مصنفہ مولانا عبدالرزاق کانپوری ۳۱۸ [۲۱] ایضاً ۳۲۰

ان لوگوں کے علاوہ جاحظ نے اور بھی کئی فضلائے متبحرین سے علمی استفادہ کیا۔ اس نے بصرہ کے مربد، مساجد کے حلقات، علمائے درسوں، بددیوں کی ملاقاتوں، بذلہ سنجوں کے لطیفوں، اور دانشوروں کی مجلسوں سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ کتابوں سے جاحظ کو بے پناہ محبت تھی۔ محمد سلیمان الجوہری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم جاحظ کے ساتھ سیر کو نکلے۔ بصرہ کی جامع مسجد کے دروازے پر ہم لوگ کوئی چیز دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں ایک عورت پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ وہاں آگئی۔ ہم لوگوں نے اس کی طرف دھیان نہ دیا۔ اس کے ہاتھ میں چند پرانے کاغذات تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ ابو عثمان کوئی چیز وزن کرکے اس عورت کو دے رہا ہے اور وہ کاغذات اس سے لے لیے ہیں۔ جب ابو عثمان جاحظ واپس آیا تو ہم اس کے ساتھ مذاق کرنے لگے۔ اس نے کہا تمھیں کیا خبر ان اوراق میں مجھے وہ چیزیں ملی ہیں جو ان کے علاوہ شاید اور کہیں نہ ملتیں۔ تم لوگ حسین اور نفیس میں امتیاز نہیں کر سکتے۔

ابو ہفان نے محمد سلیمان الجوہری سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ کتابوں سے محبت کرنے والا جاحظ سے بڑا آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں کتنی ضخیم کتاب آجاتی وہ ختم کرکے دم لیتا۔ مبرّد کا بیان ہے کہ تین شخصوں سے بڑھ کر کتابوں سے محبت کرنے والا ہم نے نہیں دیکھا۔ جاحظ، فتح بن خاقان اور اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی۔[۵۲]

## جاحظ مسندِ تدریس پر

تیس سال کی عمر میں جاحظ مسندِ تدریس پر بیٹھا۔ اس کا یہ تدریسی سلسلہ ایک لمبے عرصے تک رہا۔ اس دوران اس نے کئی رسائل اور کتابیں بھی لکھیں۔ اس وقت علم و ادب کے تمام حلقوں میں جاحظ کی حیثیت میر مجلس کی تھی۔ اس کے شاگردوں میں یموت بن المزرع، ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی، دعامۃ بن الجہم، ابو سعید الحسن بن علی العدوی، ابو حاتم السجستانی، محمد بن عبد اللہ بن ابی الاطاب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اب جاحظ کی شہرت بصرہ، کوفہ اور بغداد سے نکل کر تمام عالم اسلامی میں پہنچ چکی تھی۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جنھیں زندگی میں جاحظ کی سی شہرت اور مقام نصیب ہوا ہو۔

---

۵۲ الفہرست لابن ندیم: ۱۷۵

اس زمانے میں جاحظ نے کئی اسلامی شہروں کے سفر بھی کیے، چنانچہ وہ دمشق، انطاکیہ، مصر وغیرہ گیا۔ اس کی اپنی روایت ملاحظہ ہو: "مجھے مسجد انطاکیہ کے مینار کا اوپر والا تہائی حصہ نچلے دو تہائی حصوں سے مختلف معلوم ہوا۔ میں نے وہاں کے لوگوں سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے۔ انھوں نے بتایا کہ یہاں سمندر سے ایک بڑا اژدہا اڑا کرتا تھا، جس چیز پر بھی وہ گزرتا اس کو تباہ و برباد کر دیتا۔ ایک دفعہ وہ ہمارے شہر پر اسی مینار کے اوپر سے گزرا۔ اگرچہ وہ اوپر تھا لیکن اس نے دُم مار کر مینار کا اتنا حصہ گرا دیا، اس لیے یہ دوبارہ تعمیر کیا گیا ہے۔"[۵۲۳] جاحظ کے مصر جانے کے متعلق بھی اس کی اپنی ایک روایت مشہور ہے۔ وہ کہتا ہے: "جس زمانے میں مَیں مصر میں تھا۔ میں نے ایک بڑے بچھو کا پیٹ چاک کیا۔ اس میں ستر سے زیادہ چھوٹے چھوٹے بچھو تھے جو چاول جتنے تھے۔" لیکن یہ عبارت بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ اس بنا پر بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ الحاقی ہے۔ مصنف "الجاحظ فی حیاتہ وفکرہ وادبہ" کی تحقیق یہ ہے کہ جاحظ کا مصر جانا ثابت نہیں ہے۔[۵۲۴] اس کے برعکس عبدالمنعم خفاجی مصنف ابوعثمان الجاحظ کے نزدیک جاحظ مصر گیا ہے۔[۵۲۵] بہرحال جاحظ کا مصر جانا ثابت ہو یا نہ ہو، جزیرہ عرب، روم و شام کے سفر تو اس نے کیے ہیں۔ جاحظ کہتا ہے: "میں نے ایک اور عجیب بات دیکھی جب کہ میں صحرائے جزیرۃ العرب، روم و شام کے جنگلوں اور شہروں میں گیا۔"

## جاحظ عہد مامون میں

بنو عباس میں مامون الرشید کا زمانہ سنہری زمانہ ہے۔ خلیفہ خود عالم تھا۔ اس لیے علما کا بے حد قدر دان تھا۔ تمام ملک سے علما، ادبا، شعرا بغداد میں جمع تھے۔ مامون نے ابتدائی تعلیم معتزلہ سے حاصل کی تھی اس لیے وہ اعتزال کی طرف مائل تھا۔ وہ مباحثے اور مناظرے منعقد کرایا کرتا تھا، اور ان میں خاصی دلچسپی لیتا تھا۔ اس بنا پر علم کلام اور فلسفہ کے معتزلی علما اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اسی دور میں خلق قرآن کا عظیم فتنہ برپا ہوا جس نے عالم اسلامی میں تہلکہ مچا دیا۔ اس زمانے میں علما اور ادبا کی ایک جماعت واسطہ یا بالواسطہ جاحظ کی شاگرد ہو چکی تھی۔ بغداد بھی اس کا آنا جانا شروع ہو گیا تھا۔ یا آخر ۲۰۴ھ میں جاحظ نے بغداد کو مستقل مستقر بنا لیا۔ اس کا گھر ادب اور علم کا مرکز تھا۔ علما اور حکما نے اس کا قصد کیا۔ انھی دنوں فرّا بھی جاحظ سے

---

۵۲۳ الجاحظ فی حیاتہ وفکرہ وادبہ: ۲۱ ۵۲۴ ایضاً

۵۲۵ ابوعثمان الجاحظ۔

پڑھنے آیا۔ جاحظ کا بیان ہے: "فرّا میرے پاس علم کلام پڑھنے آیا لیکن اسے اس علم سے مناسبت نہ تھی"[۵۳]
مامون کو بھی جاحظ کی کتابوں کی شہرت کا علم ہوا۔ اس نے یزیدی (بعض کتابوں میں بربری ہے) کو حکم دیا کہ جاحظ کی کتابوں کو اچھی طرح دیکھو اور صحیح صورتِ حال سے مجھے مطلع کرو۔ یزیدی نے کہا کہ امیر المومنین بعض اوقات خالی شہرت ہوتی ہے۔ واقعہ کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن جب اس نے جاحظ کی کتابوں کو پڑھا تو اس نے کہا یہ کتابیں تو شہرت سے بھی کہیں زیادہ تعریف کی مستحق ہیں۔ اس میں مصنف نے عالی اور عامی ہر قسم کی زبان استعمال کی ہے[۵۴]

## جاحظ عہد معتصم میں

معتصم ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ مامون کی طرح یہ بھی اعتزال کا سختی سے پابند تھا۔ اس کے زمانے میں بھی خلق قرآن کا مسئلہ بدستور رہا بلکہ شدت اختیار کر گیا۔ اس کے دور میں ترکوں کا اثر بہت بڑھ گیا۔ ترکوں اور ایرانیوں کے جھگڑوں کے پیش نظر سرمن رائی کے نام سے اس نے نیا شہر آباد کیا۔ یہی نام بگڑ کر سامرا ہو گیا۔ خلیفہ کے وزیر محمد بن عبدالملک المعروف با بن الزیات کے ساتھ جاحظ کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ابن الزیات خود بھی ادیب تھا۔ معاشی طور سے اس نے جاحظ کو بے فکر کر دیا۔ جاحظ نے اپنے ولی نعمت اور دوست کی مدح میں کئی رسائل لکھے۔

ابن الزیات نے جاحظ کو چار سو جریب زمین عطا کی جو عرصہ تک جاحظیہ کے نام سے مشہور رہی۔ معتصم کے زمانے میں جاحظ نے کئی کتابیں لکھیں۔ مشہور رسالہ صناعات القواد بھی اسی دور میں لکھا۔ اس کی ابتدا میں جاحظ نے لکھا ہے:

"میں امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوا اور میں نے زبان کی دو خصوصیتیں بیان کیں۔ پھر میں نے کہا اے امیر المومنین اپنی اولاد کو ادب کے تمام انواع کی تعلیم دیجیے۔ اگر انھیں کسی ایک موضوع پر تعلیم دی گئی تو دوسرے علم سے کیے گئے سوال کا جواب نہ دے سکیں گے۔"

رسالہ فضل ہاشم علی عبد شمس بھی جاحظ نے معتصم کے زمانے میں لکھا اور خلیفہ کو ہدیتہً بھیجا۔

---

۵۳ المختصر من اخبار البشر: ۲: ۲۸

۵۴ لسان المیزان: ۴: ۳۵۵

## جاحظ واثق کے دور میں

واثق ۲۲۷ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ بھی اعتزال میں اپنے پیش رووں کے مسلک پر گامزن ہوا۔ اس کے عہد میں خلق قرآن اور معتزلہ و اہل السنۃ کے درمیان دیگر متنازعہ مسئلوں کا چرچا رہا۔ خلیفہ معتزلی تھا۔ مسعودی کے قول کے مطابق یہ خلیفہ تحقیق و تدقیق کا شوقین تھا۔ تقلید کو بُرا سمجھتا تھا۔ اس کے ہاں فلسفہ، کلام، طب وغیرہ کی باقاعدہ مجلسیں ہوتی تھیں۔ ابن الزیات اس کا وزیر اور احمد بن ابی دؤاد قاضی القضاۃ تھا۔[۵۲] جاحظ نے کتاب الحیوان اسی زمانے میں لکھی اور اسے ابن الزیات کے پاس ہدیۃً بھیجا۔ اس نے اس کے بدلے میں جاحظ کو پانچ ہزار دینار بھیجے۔ ابن الزیات کے پاس جاحظ کا آنا جانا کثرت سے تھا۔ ایک دفعہ جاحظ اس سے ملنے گیا تو اس نے فصد کرا رکھی تھی۔ جاحظ نے کہا ادام اللہ صحتک و لا سلبک نعمتک الخ۔ ابن الزیات وزیر نے پوچھا ابو عثمان! ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو۔ جاحظ نے جواب دیا۔ کسائی کے قلم کی لکھی ہوئی سیبویہ کی کتاب کے علاوہ مجھے آپ کے لائق کوئی چیز نہیں ملی۔ وزیر نے کہا جو ہدیہ تم لائے ہو وہ سب سے اچھا ہے۔

اس دور میں جاحظ بڑی قدر و منزلت کا مالک اور معاشی لحاظ سے انتہائی فارغ البال تھا۔ ایک دن جاحظ کا ایک دوست اس سے ملنے آیا اور اس نے حال پوچھا۔ جاحظ نے کہا: "وزیر میری رائے طلب کرتا ہے۔ پھر امر نافذ کرتا ہے۔ خلیفہ مجھے تحائف بھیجتا ہے۔ پرندوں کے گوشت میں عمدہ گوشت میری غذا ہے۔ اور قابل فخر جامہ میرا لباس ہے۔" جاحظ کی خدمت کے لیے کئی غلام موجود تھے۔ چنانچہ کہتا ہے: "میں نے ایک ایسا غلام خریدا جو امرا اور وزرا کے پاس رہ چکا تھا۔" دوسری جگہ کہتا ہے: "میں نے اپنے غلام نفیس سے کہا۔" ۲۳۲ھ میں واثق کا انتقال ہوا۔ اس کا جاحظ کو سخت رنج ہوا۔

## جاحظ متوکل کے دور میں

متوکل ۲۳۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس نے حکومت سنبھالتے ہی مناظرے اور مباحثے بند کرا دیے اور خلقِ قرآن کے مسئلے کو بھی ختم کر دیا۔ اس کی خلافت کو قائم ہوئے چند ماہ ہوئے تھے ابن الزیات وزیر قتل ہوا۔ اصل میں واثق کے بعد متوکل کی طرف خلافت کے انتقال کی ابن الزیات نے مخالفت کی تھی۔ متوکل

---

[۵۲] مروج الذہب مسعودی: ۴: ۷۸، ۷۷

کے آتے ہی ابی دؤاد کا اقتدار قائم ہوگیا۔ چنانچہ ابی دواد نے ابن الزیات کو اسی کے بنائے ہوئے تنور میں ڈال کر قتل کرا دیا۔ چونکہ ابن الزیات کے ساتھ جاحظ کے گہرے مراسم تھے اس لیے اسے ڈر پیدا ہوا کہ مجھے بھی قتل نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ بھاگ گیا۔

جاحظ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ اس طرح چھپ جاتی۔ قاضی نے فوراً جاحظ کی گرفتاری کا حکم دیا۔ ابوالعینا نے جو اس موقع پر موجود تھا۔ یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے: "میں اس وقت احمد بن ابی دواد کے پاس موجود تھا، جس وقت جاحظ کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ ابن ابی دواد نے اس کی طرف دیکھا اور کہا "خدا کی قسم میں نے نہیں پایا تجھ کو مگر نعمت کو بھلانے والا۔ احسان کی ناشکری کرنے والا۔ تمہاری اصلاح نہیں ہوسکتی کیونکہ تمہارا باطن بڑا اور خراب ہے الخ"

جاحظ نے جواب میں کہا "اللہ تیری مدد کرے۔ نرمی اختیار کیجیے۔ آپ کو مجھ پر قدرت اور اختیار حاصل ہونا اس بات سے بہتر ہے کہ مجھے آپ پر قدرت حاصل ہو۔ میں غلطی کروں اور آپ بھلائی کریں اس بات سے کہیں زیادہ اچھی ہے کہ میں بھلائی کروں اور آپ برائی۔ قدرت کے ہوتے ہوئے مجھے معاف کر دینا انتقام لینے سے بہتر ہے۔" اس پر ابن ابی دواد نے کہا اللہ تجھے خراب کرے۔ میں نے تمہارے اندر چرب زبانی کے سوا کچھ نہیں پایا۔ میں نے تمہارے بیان کو تمہارے دل کے سامنے رکھا ہے۔ تم نے اس میں نفاق چھپا رکھا ہے۔ اس آیت کی کیا تاویل ہے؟ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القری و ھی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ جاحظ نے کہا اس کی تلاوت ہی اس کی تاویل ہے۔ اتنے میں ابن ابی دواد نے حکم دیا کہ لوہار کو بلایا جائے۔ جاحظ نے کہا: "اللہ قاضی کو عزت دے۔ میری بیڑیاں کاٹی جائیں گی یا ان میں اضافہ کیا جائے گا؟" اس نے کہا کاٹی جائیں گی۔ اہل مجلس میں سے بعض لوگوں نے بیڑیاں کاٹنے والے سے دل لگی کے طور پر کہا کہ ذرا سستی سے کام کرو۔ جاحظ نے اس کی سستی دیکھتے ہوئے اسے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا "مہینے کا کام ایک دن اور دن کا کام ایک گھنٹے میں کرو۔ میری پنڈلیاں کوئی تنہ تو نہیں ہیں ان میں مجھے سخت تکلیف ہے۔" اس پر تمام اہل مجلس ہنس پڑے۔ ابن ابی دواد نے محمد بن منصور سے کہا مجھے جاحظ کی ظرافت پر اعتماد ہے اس کے دین پر نہیں ہے۔ پھر حکم دیا کہ جاحظ کو حمام میں لے جا کر غسل کراؤ اور نئے کپڑے پہناؤ۔ فوراً اس حکم پر عمل کیا گیا۔ اس کے بعد جاحظ کو میر مجلس بنا کر بٹھا دیا گیا اور ابن ابی دواد نے کہا ابو عثمان اب اپنی بات سناؤ۔"[۲۹ھ]

---

۲۹ھ امالی مرتضیٰ ۱: ۱۵۵، رسوم العیون بر حواشی لامیۃ العجم ۲: ۹۲ -

ابن ابی دواد کی تعریف میں جاحظ نے کچھ اشعار بھی کہے۔ اس واقعے کے بعد جاحظ ابن ابی دواد کے مقربین میں سے ہو گیا۔ جاحظ نے اپنی مشہور کتاب 'البیان والتبیین' اسی زمانے میں لکھی اور ابن ابی دواد کے پاس بطور ہدیہ بھیجی۔ اس نے اس کے عوض پانچ ہزار دینار بھیجے[۳۰]۔ ابن ابی دواد کی وفات تک جاحظ کے اس کے ساتھ نہایت اچھے مراسم رہے۔ اس کے بعد متوکل کے ترکی وزیر فتح بن خاقان سے بھی جاحظ کی دوستی رہی۔ جاحظ نے اپنا ایک رسالہ مناقب الترک بھی وزیر موصوف کے لیے لکھا۔

جاحظ کا بیان ہے کہ "متوکل کے سامنے میری تعریف کی گئی، اس نے اپنے لڑکوں کی تعلیم کی خاطر مجھے بلایا۔ وہ اس وقت سامرا میں تھا۔ میں اس سے ملا۔ اس نے میری بدصورتی کے سبب دس ہزار درہم دے کر مجھے واپس کر دیا[۳۱]۔"

غرضیکہ جاحظ متوکل کے عہد میں شان و شوکت کی زندگی بسر کرتا رہا۔ ایک دفعہ جاحظ کا ایک دوست میمون بن ہارون اس سے ملنے گیا۔ شان و شوکت دیکھ کر پوچھا۔ بصرہ میں تمھاری کوئی جائداد ہے۔ اس پر جاحظ ہنس پڑا، اور کہا میں خود، ایک لونڈی اور ایک خدمت گار۔ میں نے کتاب الحیوان محمد بن عبدالملک کے پاس بھیجی۔ اس نے مجھے پانچ ہزار دینار عطا کیے۔ البیان والتبیین احمد بن ابی دواد کے پاس بھیجی۔ اس نے پانچ ہزار دینار ارسال کیے۔ کتاب الزرع والنخل ابراہیم بن عباس صولی کو بھیجی، اس نے پانچ ہزار دینار دیے۔ میں بصرہ گیا میرے پاس ایک جاگیر تھی[۳۲]۔

اب وہ زمانہ تھا کہ بڑے بڑے امرا جاحظ کی مجالس کو پسند کرتے تھے اور اس کی دوستی پر فخر کرتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے لوگ چاہے وہ کسی طبقے سے متعلق ہوں، جاحظ کے دوست تھے۔

## جاحظ کی وفات

بالآخر وہ وقت آگیا جو ہر انسان پر آنا ناگزیر ہے۔ آخر عمر میں جاحظ پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ بالکل معذور ہو گیا۔ اس کا اپنا بیان ہے: میرا یہ حال ہے کہ میرا ایک حصہ اگر مقراض سے بھی کاٹا جائے تو مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ اور جسم کا دوسرا حصہ گرمی سے جلا جاتا ہے۔ اس پر اس نے صندل اور کافور مل رکھا ہوتا تھا۔

---

۳۰؎ لسان المیزان: ۴: ۳۵۶

۳۱؎ مروج الذہب: ۴: ۱۰۰

۳۲؎ لسان المیزان: ۴: ۳۵۵

جاحظ کی بیماری کے دوران اس کا شاگرد مبرّد اس کی مزاج پرسی کے لیے آیا تو جاحظ نے اسے کہا: "میرے جسم کا بایاں حصہ مفلوج ہے اگر مقراض سے کاٹا جائے تو مجھے پتہ نہیں چلے گا اور دایاں حصہ منقرس (ایک بیماری) ہے۔ اس پر اگر مکھی بھی گزرے تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مجھے پتھری ہے پیشاب کھل کر نہیں آتا۔ پھر مشکل یہ کہ عمر ۹۰ سال سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔"[۵۳۳]

جاحظ کے سن وفات کے متعلق مورخین میں خاصا اختلاف ہے۔ کافی تحقیق و تجسس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ۲۵۵ھ جاحظ کا سن وفات ہے۔ اکثر مورخین کی تحقیق یہی ہے۔ بعض حضرات نے جاحظ کی وفات ۲۵۰ھ میں قرار دی ہے۔

علامہ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں جاحظ کا سن وفات ۲۵۵ لکھا ہے، لیکن تاریخ الخلفا میں جاحظ کی وفات انھوں نے متعین کے عہد میں قرار دی ہے[۵۳۴] متعین کی وفات ۲۵۲ھ کے ابتدا میں ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے جاحظ کا سن وفات ۲۵۱ھ کا آخر یا ۲۵۲ھ کی ابتدا ہونی چاہیے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ ۲۲۵ھ بھی کہا گیا ہے۔ یہ تو بالکل غلط ہے۔ جاحظ کی پیدائش اور عمر کے بارے میں تو خاصا اختلاف ہے لیکن اس کی وفات کے بارے میں اکثر مورخین ۲۵۵ھ پر متفق ہیں۔

جاحظ متوکل کے زمانے یعنی ۲۴۷ھ میں بیمار ہوا اور معتز کے عہد ۲۵۵ھ میں فوت ہوا۔ ۲۴۷ھ میں جب جاحظ پر فالج کا حملہ ہوا تمام ملک سے علما، ادبا، شعرا کا ایک سیلاب عیادت کے لیے امنڈ آیا۔ بیماری کے دوران جاحظ اپنے آبائی وطن یعنی بصرہ میں تھا اور مرض الموت میں ہر آدمی سے ملتا تھا۔ ابو طاہر کا بیان ہے کہ میں چند دوستوں کے ہمراہ جاحظ کی عیادت کے لیے گیا۔ ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جاحظ اس وقت اپنے پڑوسی کے ساتھ مہمانوں کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ باہر نکل آیا اور کہا۔ اب میں قریب المرگ ہوں۔ مجھ سے کیا کام ہے؟ مجھے آخری سلام کر لو۔ ہم سلام کر کے واپس چلے آئے۔[۵۳۵]

ابن ابی اصیبعہ نے اپنی کتاب عیون الانبار فی طبقات الاطبار میں ابن بطلان الطبیب سے روایت کی ہے کہ جاحظ اور یوحنا بن ماسویہ اسماعیل بن بلبل کے ہاں کھانے پر اکٹھے ہوئے۔ دستر خوان پر اور

---

۵۳۳ المختصر فی اخبار البشر: ۲: ۴۷
۵۳۴ تاریخ الخلفا: ۲۴۹
۵۳۵ مسرح العیون: ۲: ۸

کھانوں کے علاوہ مضیرہ (ترش دودھ میں پکا ہوا ایک خاص قسم کا کھانا) بھی چنا گیا۔ یوحنا بن ماسویہ نے مچھلی کے ساتھ مضیرہ کھانے سے انکار کیا۔ جاحظ نے اس سے کہا۔ اے شیخ! مچھلی یا تو دودھ کے موافق ہو گی یا مخالف۔ اگر یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں تو ایک دوسرے کا علاج ہو گئے۔ اگر طبعاً ایک چیز ہیں تو گویا ہم نے ایک چیز کھائی۔ یوحنا نے جواب دیا مجھے اس قسم کا مناظرہ تو نہیں آتا البتہ اتنا کہتا ہوں کہ تم کھاؤ اور دیکھو کہ کل تمھارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ جاحظ نے دونوں چیزیں کھا لیں اسی رات اس پر فالج گرا پھر کہنے لگا ھذہ واللہ نتیجۃ القیاس المحال۔[۳۶]

معتز باللہ (۲۵۲ - ۲۵۵ھ) کی خلافت میں جاحظ شدید بیمار ہو گیا۔ اس حال میں بھی وہ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور مطالعے میں لگا رہا۔ بلکہ اس کا یہ مشغلہ اور بھی بڑھ گیا۔ بالآخر وہ انتہائی کمزور ہو گیا۔ اور صرف ایک ڈھانچہ رہ گیا۔ محرم کے مہینے میں ایک دن شام کے وقت اپنے کتب خانے میں کتابیں دیکھ رہا تھا کہ یکایک کسی وجہ سے کتابوں کی الماریاں اس پر گر پڑیں۔ اس صدمے کی تاب نہ لا کر وہ فوت ہو گیا۔[۳۷] جاحظ نے ساری زندگی کتابوں میں گذاری۔ بالآخر مرا بھی کتابوں میں۔ جاحظ کی وفات بصرہ میں محرم الحرام ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بصرہ ہی میں دفن ہوا۔

جاحظ کی موت پر سارے عالم اسلامی میں صف ماتم بچھ گئی۔ علما، ادبا، شعرا اور تمام اہل علم لوگ خواہ وہ کسی فرقہ سے بھی متعلق تھے جاحظ کی موت پر شدید سوگوار تھے۔ دارالخلافہ بغداد میں خبر پہنچی تو خلیفہ معتز باللہ نے شدید افسوس کا اظہار کیا۔

بڑے بڑے ادبا نے جاحظ کو خراج عقیدت پیش کیا۔ شعرا نے مرثیے لکھے۔ جاحظ نے ایک سو پانچ برس کی عمر پائی۔ ابن خلکان اور سیوطی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس نے نوے سال سے کچھ زیادہ عمر پائی[۳۸] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

جاحظ نے ایک صدی کی طویل عمر تصنیف، تدریس، افادہ، استفادہ، مطالعہ، مناظرہ میں

---

۳۶ھ عیون الانباء فی طبقات الاطبا: ۲: ۴ ۱۲ مولفہ ابن ابی اصیبعہ

۳۷ھ الاعلام للزرکلی: ۵ : ۲۳۹ والمختصر من اخبار البشر: ۲: ۴۸ وحواشی الملل والنحل شیخ احمد فہمی: ۱: ۳۸

۳۸ھ وفیات الاعیان: ۱: ۳۸۸ وبغیۃ الوعاۃ: ۳: ۲۲۸

گزاری، اور آخر میں اپنی زندہ وجاوید کتابوں کے ذریعے ہمیشہ کے لیے نہ بھولنے والی یاد چھوڑ کر رخصت ہوگیا۔

جاحظ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے شادی بھی نہیں کی تھی۔ لونڈیاں خرید لیا کرتا تھا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس نے شادی کی تھی ایک بچہ پیدا ہوا لیکن وہ جاحظ کی زندگی میں فوت ہوگیا۔ الغرض وفات کے وقت اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔

بعض باتوں میں جاحظ سے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس کی عظیم شخصیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے عربی زبان میں جو کچھ اور جتنا کچھ لکھا ہے، اس سے عربی زبان اور تہذیب وتمدن کی جو خدمت ہوئی ہے عرب دنیا اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اسلام کی جو خدمات اس کے قلم نے انجام دی ہیں ان کی بنا پر مسلمان اسے نہیں بھلا سکتے۔ جاحظ خدا کے پاس چلا گیا لیکن اپنی کتابوں میں وہ آج بھی زندہ ہے۔ اس کی نرینہ اولاد نہیں تھی لیکن اس نے روحانی اولاد یعنی شاگردوں کی اتنی وسیع جماعت پیدا کی جس نے جاحظ کا نام ہمیشہ زندہ رکھا۔

مشہور مصنف مسعودی کا کہنا ہے کہ اہل علم میں تصانیف کے اعتبار سے جاحظ سے بڑا مصنف ہمارے علم میں نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے جاحظ کی تصنیفات ۳۶۰ بتائی ہیں، اور بعض نے ۳۵۰۔ ابن حجر کے نزدیک جاحظ کی کل تصانیف ۲۰۰ سے کچھ زیادہ ہیں۔

جاحظ نے ہر فن اور ہر موضوع پر لکھا ہے۔ اس عہد میں ادیب کے لیے ضروری سمجھا جاتا تھا کہ وہ ہر فن سے واقفیت رکھے۔ اب یہی چیز جاحظ میں واضح طور پر ملتی ہے۔ اس نے ہر علم اور ہر فن پر لکھا ہے۔ مثلاً اس نے حیوانات اور نباتات کے متعلق لکھا ہے۔ شعر، نثر، خطب پر لکھا ہے۔ ذکاہت اور مزاح پر قلم اٹھایا ہے۔ نوادر اور قصص کو بھی نہیں چھوڑا۔ دوسری طرف قرآن مجید، عقائد اور دیگر مذہبی مضامین پر بھی وہ لکھتا ہے۔ جاحظ کا ادب کسی خاص موضوع سے متعلق نہیں۔ اس کے کلام میں متکلمین کا فلسفہ ہے حیوانات پر بحث ہے، نمو نباتات کا ذکر ہے۔ کئی اخلاقی بحثیں ہیں۔ سیاست اور تاریخ کی معلومات ہیں۔ جاحظ علم کو ادب کے ساتھ، روایت کو تجربے کے ساتھ، اسلامی اور جاہلی اشعار کو فلسفہ ارسطو کے ساتھ اور طب جالینوس کو قرآن، حدیث اور بلغا کے کلام کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اسی طرح طبیعلین، دہریہ، مانویہ، زرتشتیہ، یہودیت اور نصرانیت سے بحث کرتا ہے۔ اس کی 'البیان والتبین' دیکھنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس نے عربی ادب کے علاوہ فارسی ادب، بلاغتِ یونان، ہندی اقوال اور مسیحی پند و نصائح سے بھی اپنی کتاب کو آراستہ کیا ہے۔ ایسے ایرانی لوگ جنھوں نے عربیت اختیار کی ان سے بکثرت روایتیں لیتا ہے۔ مثلاً ابن المقفع، سہل ابن ہارون وغیرہ۔ اسی طرح خالص عرب بادیہ نشینوں، ادب اور اخبار کے راویوں، واعظوں، ناقدوں، لغویوں اور نحویوں سے جاحظ نے بکثرت علمی استفادہ کیا ہے۔ اس بنا پر ادبا کا خیال ہے کہ جاحظ کا شمار عالمی ادبا کی صفِ اوّل میں ہے۔ اس کی بعض کتابوں کے مختلف زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ اہل مغرب جاحظ کی کتابوں کو انتہائی شوق سے پڑھتے ہیں۔

ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا کہنا ہے کہ اگر تیسری صدی ہجری کو ایک شخص فرض کر لیا جائے تو وہ بحتری یا ابو تمام نہیں بلکہ جاحظ ہے[39] جرجی زیدان لکھتے ہیں: اپنی ذکاوت، جودتِ طبع اور قوتِ فکر کی بنا پر جاحظ ایک عظیم ادیب ہے[40] جاحظ کے طرزِ تحریر کو کافی لوگوں نے اپنانے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ اس دور میں خاص طور پر یہ تین شخص بڑے مشہور گزرے ہیں۔ ابن قتیبہ، ابو حنیفہ دینوری، ابن ابی الدنیا۔ ان تینوں نے جاحظ کی طرح ہر موضوع پر لکھنا چاہا ہے۔ ان میں ابن قتیبہ قدرے کامیاب ہوا ہے لیکن اس کا طرزِ تحریر بھی جداگانہ ہے۔

ابو حیان توحیدی کا کہنا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اگر تمام زمین و آسمان والے ان کی مدح، فضائلِ اخلاق، علوم اور تصنیفات پر جمع ہو جائیں تب بھی وہ ان میں سے ایک آدمی کی صحیح تعریف نہیں کر سکتے۔ وہ یہ ہیں: جاحظ، ابو حنیفہ دینوری اور ابو زید بلخی۔

---

۳۹ الجاحظ والحاضرة العباسية

۴۰ تاریخ آداب اللغة العربية ۲: ۵۴